حسد کی آگ کو محبت کی نصیحت سے ختم کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۴ رنومبر ۱۹۸۶ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُونَ
بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰٓؤُلَآءِ أَهْدٰى
مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا سَبِيلًا ﴿٥٢﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۖ وَمَن
يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٣﴾ أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّنَ
الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٤﴾ أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ
عَلٰى مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ إِبْرٰهِيمَ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٥﴾ فَمِنْهُم مَّنْ اٰمَنَ بِهِ
وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۗ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا ﴿٥٦﴾

(النساء:۵۲-۵۶)

اور پھر فرمایا:

انسانی اخلاق پر بہت مضر اثرات رکھنے والی جو بیماریاں ہیں ان میں سب سے نمایاں حیثیت حسد کو ہے اور حسد کی بیماری صرف اخلاق کو ہی گھن کی طرح نہیں چاٹ جاتی بلکہ اس کے اثرات بہت ہی وسیع ہیں اور اخلاقی دنیا کے علاوہ اقتصادی دنیا پر بھی اس کے اثرات بہت دور تک مار کرتے چلے جاتے ہیں اور مذہبی دنیا پہ بھی اس کے بڑے گہرے اثرات مترتب ہوتے ہیں یہاں

تک کہ انبیاء کا انکار بھی قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی طور پر حسد کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔

حسد کیا چیز ہے؟ اس سے عموماً تمام وہ لوگ جو اردو سے واقف ہیں وہ اس کا مضمون جانتے ہیں کہ کسی کو اچھا دیکھنے پر اس کی تکلیف محسوس کرنا اور ہر زبان میں اس سے ملتا جلتا مفہوم پایا ہی جاتا ہے اور دنیا کے ہر کونے میں، ہر مذہب وملت میں، ہر رنگ میں، ہر جغرافیائی حدود میں رہنے والوں میں حاسد ملتے ہیں اور وہ بھی ملتے ہیں جن سے حسد کیا جاتا ہے۔ جب تک دنیا کی سوسائٹی میں کسی قسم کا زیر و بم ہے اونچ اور نیچ ہے حسد کو کلیۃً مٹایا جا نہیں سکتا۔ اشترا کی دنیا میں بھی باوجود اس کے کہ اقتصادی لحاظ سے یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے تمام سوسائٹی کو برابر کر دیا۔ قطع نظر اس سے کہ سوسائٹی حقیقۃً اقتصادی لحاظ سے برابر ہوئی ہے یا نہیں ہوئی اگر سو فیصد برابر بھی ہو چکی ہو تب بھی حسد کا قلع قمع اس سوسائٹی سے نہیں کیا جا سکتا کیونکہ جیسا کہ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے حسد محض اقتصادی برتری کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ حسد ہر برتری کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ حکومت کی برتری کے نتیجہ میں بھی پیدا ہوتا ہے اور دین میں برتری کی نتیجہ میں بھی ہوتا ہے۔ صرف ان چیزوں پر نہیں ہوتا ہے جن کا دینا صرف بندے کے اختیار میں ہے بلکہ ان چیزوں پر بھی ہوتا ہے جن کا دینا محض خدا کے اختیار میں ہے۔ نبوت سے بھی حسد پیدا ہوتا ہے۔ خلافت سے بھی حسد پیدا ہوتا ہے، امارت سے بھی حسد پیدا ہوتا ہے دین کے ہر شعبہ میں حسد کارفرمائی کرتا ہوا دکھائی دے گا یا اپنا زہر گھولتا ہوا دکھائی دے گا۔ اگر کوئی انسان یہ محسوس کرے کہ فلاں شخص دین کے کسی مقام میں مجھ سے بہتر نظر آ رہا ہے۔ تو انسانی زندگی کا کوئی ایک بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں آپ کو حسد کا وجود دکھائی نہ دیتا ہو، جہاں آپ کہہ سکتے ہوں کہ یہاں حسد کا کوئی کام نہیں ہے اور باوجود اس کے کہ اس کثرت کے ساتھ ملنے والا جذبہ ہے، جتنا یہ جذبہ مخفی رہتا ہے اور چھپ کر حملہ کرتا ہے اتنا شاید ہی دنیا میں کوئی اور جذبہ چھپ کے حملے کرتا ہو۔ سب سے زیادہ پائی جانے والی بدی جس نے نہ خشکی کو چھوڑا نہ تری کو چھوڑا نہ دنیا کو چھوڑا نہ دین کو چھوڑا اور سب سے زیادہ مخفی رہنے والی بدی ہے۔

اسی کے نتیجہ میں وہ خناس پیدا ہوتا ہے جس کا قرآن کریم کی آخری سورۃ میں ذکر ہے اور اسی لئے سورۃ الناس سے پہلے سورہ الفلق کی آخری آیت وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (فلق:٦) کے کے مضمون سے متنبہ کر رہی ہے اور یہ دعا سکھاتی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اے ہمارے خدا

ہمیں حاسد کے حسد سے بچانا جب وہ حسد کرے۔

اس مضمون پر اس سے پہلے ایک خطبہ میں نے ربوہ میں دیا تھا لیکن یہ مضمون اتنا وسیع ہے اور اتنا اہم ہے کہ وسعت کے لحاظ سے ایک خطبہ میں یا کئی خطبوں میں بھی اس مضمون کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور اہمیت کے لحاظ سے بار بار جماعت کو یاد کروانے کی ضرورت ہے۔

خصوصیت کے ساتھ اس لئے کہ جس زمانہ سے ہم گزر رہے ہیں اس زمانہ میں سب سے زیادہ نقصان انسان کو حسد نے پہنچایا ہے اور اس زمانہ کے جتنے فتنے ہیں وہ حسد پر مبنی فتنے ہیں تبھی قرآن کریم کی آخری دو سورتوں میں یہی مضمون مختلف پہلوؤں سے بیان ہوا ہے اور یہ بات اہل علم پر روشن ہے جن کو قرآن کریم کا ادنیٰ سا بھی علم ہے وہ بھی جانتے ہیں کہ قرآن کریم کی آخری سورتوں کا آخری زمانہ سے گہرا تعلق ہے۔ چونکہ حسد ظاہری طور پر دکھائی نہیں دیتا اور چھپ کر حملہ کرنے والا ہے اس لئے اس کی آخری شکل کو قرآن کریم نے خناس قرار دیا ہے۔ خناس ایسے فتنہ گر کو کہتے ہیں، ایسے فساد پھیلانے والے کو کہتے ہیں جو حملہ کر کے اپنی کمین گاہ میں جا کے چھپ جائے۔ جو دکھائی نہ دیتا ہو، پتہ نہ لگے کہ وہ کہاں سے حملے کر رہا ہے اور چونکہ شیطان بھی حسد کی پیداوار ہے جیسا کہ قرآن کریم کی ابتدائی آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خالصۃً حسد کی ہی نتیجہ میں شیطانیت کی آگ بھڑکی ہے۔ اس لئے شیطان کے متعلق بھی قرآن کریم یہی بیان کرتا ہے کہ وہ چھپ کر حملہ کرتا ہے تم پر، تم اس کو دیکھ نہیں سکتے وہ تمہیں دیکھ رہا ہوتا ہے، تم جانتے نہیں کہ وہ کیسے اور کہاں سے حملہ آور ہوگا۔

پس اس پہلو سے شیطانیت کا خلاصہ حسد ہے۔ وہ آگ جس سے شیطان کو پیدا کیا گیا اس نے تو اپنی برتری کے طور پر اس آگ کی طرف اشارہ کیا مگر چونکہ درحقیقت وہ حسد کی آگ بن گئی تھی اس لئے وہ دھتکار دیا گیا۔ پس ساری شیطانیت کا خلاصہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حسد ہی ہے۔ میں اس سے بہتر تھا اس کو کیوں انعام کا مستحق قرار دیا؟ مجھے کیوں اس کے تابع کر دیا؟ ساری انسانی زندگی کی تاریخ، انسانی دلچسپیوں کی تاریخ، انسانی حکومتوں کے اوپر آنے اور نیچے گر جانے کی تاریخ، انسانی معاشرے کی تاریخ خلاصۃً اسی محور کے گرد گھوم رہی ہے۔

پس اس لئے ضروری ہے کہ جماعت کو بار بار اس کی طرف متوجہ کیا جائے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس زمانہ میں حسد دنیا کے لحاظ سے بھی ہولناک فتنوں پر منتج ہو چکا ہے۔ صرف اس

لئے نہیں کہ اشترا کیت حسد کی پیداوار ہے بلکہ یہ اس لئے ہولناک فتنہ ہے کہ اشترا کیت اور دہریت اب ایک ہی چیز کے دونام بن چکے ہیں اور دہریت کے بغیر اشترا کی فلسفہ آگے نہیں بڑھ سکتا اور یہ خالصۃً حسد کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے۔

جہاں تک دین کا تعلق ہے قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ نبوت کا انکار بھی حسد کے نتیجہ میں ہوتا ہے اور اس زمانہ میں بھی وہ آیات جنکی ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے وہ آیات اسی مضمون کو بتارہی ہیں کہ نبوت کے انکار کی ایک بہت بڑی اور اہم بنیادی وجہ حسد ہے اور جو نقشہ کھنچا گیا ہے وہ اس زمانہ پر بہت عمدگی کے ساتھ اور تفصیل کے ساتھ پورا اترتا ہے۔قرآن کریم فرماتا ہے:

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہٰۤؤُلَآءِ اَہۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا ﴿۵۲﴾

کہ کیا تو نے نہیں دیکھا ایسے لوگوں کو جن کو کتاب دی تو گئی مگر فی الحقیقت کتاب کا محض ایک حصہ دیا گیا۔یعنی وہ شریعت سے وابستہ تو ہیں ایک الٰہی کتاب کے ماننے والے تو ہیں لیکن عملی طور پر ان کو کلیۃً کتاب کا ماننے والا نہیں کہا جا سکتا بلکہ کتاب کی تعلیم میں سے ایک حصہ کو وہ اپنائے ہوئے ہیں اور باقیوں کو ترک کر چکے ہیں اور جس حد تک وہ کتاب کو ترک کر چکے ہیں اس حد تک ان میں دو خرابیاں نمایاں طور پر دکھائی دیں گی یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ کتاب کی تعلیم کے ایک حصہ کو ترک کر کے وہ لغویات میں مبتلا ہو گئے ہیں اور رسوم کے پجاری بن گئے ہیں، بے ہودہ لغو رسومات کو انہوں نے دین قرار دے دیا ہے وَ الطَّاغُوۡتِ یا اعتدال پسندی سے نکل کر حد سے زیادہ بڑھنے والا دین اختیار کر لیا ہے۔طاغوت اس کو کہتے ہیں ایسی طاقت جو اعتدال پر نہ رہے بلکہ انتہا پسند ہو جائے ۔بغاوت بھی طاغوتیت کا ایک مظہر ہے اس لئے طاغوت لفظ کے ساتھ باغی کا مفہوم بھی شامل ہے ہر انتہاء پسند وجود طاغوت کے لفظ کے تابع آجاتا ہے ۔تو فرماتا ہے یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وہ انتہا پسند ہو جاتے ہیں یعنی ایک طرف یہ حال ہے کہ ان کا ایک حصہ لغویات کے پیچھے لگ جائے گا اور دوسرا دین میں اتنا تشدد کرنے لگ جائے گا کہ انتہا تک پہنچ جائے گا اور وسطی حالت باقی نہیں رہتی۔

ان کی ایک نشانی یہ بیان فرمائی یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا کہ یہ لوگ ان لوگوں کو جو خدا کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے خدا کے کسی نمائندہ کو سچا سمجھتے ہوئے اس پر ایمان لے آتے ہیں ان کے متعلق کہتے ہیں کہ ان سے تو وہ لوگ بہتر ہیں جو کتاب کے بھی منکر ہیں جن کا کلیۃً اس دین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ بہت ہی باریک مضمون ہے جو قرآن کریم نے بیان فرمایا یعنی وہ یہ نہیں کہتے کہ یہ لوگ جو ایمان لے آئے ہیں خدا کی طرف سے کسی بلانے والے پر چونکہ یہ اسی کتاب پر ایمان لاتے ہیں، جس پر ہم لاتے ہیں اس کے مصدق تو ہیں اس لئے جو کلیۃً منکر ہیں ان سے بہتر ہیں یہ نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ باوجود اس سے کہ یہ لوگ بظاہر ہمارے ساتھ ہیں یا ایک حصہ میں ہمارے ساتھ ہیں، خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ رسالت پر ایمان لاتے ہیں، ملائکہ پر ایمان لاتے ہیں، کتب پر ایمان لاتے ہیں، یوم آخرت پر ایمان لاتے ہیں مگر چونکہ یہ ایک ایسے شخص پر بھی ایمان لے آئے ہیں جسے ہم نہیں مانتے اس لئے یہ ان سے بدتر ہیں جو ان سب ایمان کے بنیادی تقاضوں کا انکار کرنے والے ہیں اور یہ آواز جماعت احمدیہ کے متعلق آپ نے بارہا سنی ہوگی۔ پہلے تو پاکستان میں ایسی آوازیں سنی جاتی تھیں اب ساری دنیا میں تعاقب کے نام پر مولوی یہی آوازیں دیتے پھرتے ہیں کہ کافروں سے بدتر ہیں عیسائیوں سے بدتر ہیں، یہود سے بدتر ہیں، دہریوں سے بدتر ہیں، یعنی احمدی ایسے ظالم ہیں ان کے نزدیک کہ خدا کا انکار کرنے والے احمدیوں سے بہتر ہیں، آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ جھوٹا اور مفتری قرار دینے والے احمدیوں سے بہتر ہیں۔ یہ نقشہ قرآن کریم کھینچ رہا ہے کہ ان کی ایک علامت یہ ہے کہ ایمان لانے والوں کو وہ کلیۃً انکار کرنے والوں سے بھی بدتر قرار دینے لگ جاتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ جس قوم میں یہ تین صفات پائی جائیں یعنی کتاب پر ایمان تو لاتے ہوں مگر ایک حصہ پر اور ایک حصہ کی بجائے وہ رسموں اور رواج میں پڑ گئے ہوں اور نہایت حقیر اور معمولی معمولی باتوں پر ایمان لاتے ہوں، انہیں اپنی زندگی کا حصہ قرار دے چکے ہوں یا ان میں طاغوتیت پائی جائے، انتہا پسندی پائی جائے، وہ لوگ جو مومنوں کو کفار سے بدتر قرار دینے لگ جائیں۔ فرمایا ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی لعنت ہے اور جس پر خدا کی لعنت پڑے تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔ لازماً یہ لوگ شکست کھانے والے ہیں،

نامراد رہنے والے ہیں، اپنے مقاصد میں یقیناً ناکام ہوں گے۔ اس لئے نہیں کہ دنیا میں ان سے زیادہ طاقتور لوگ ان کا مقابلہ کریں گے۔ فرمایا اس لئے کہ خدا تعالیٰ ان کا مخالف ہو چکا ہے اور جس کا خدا مخالف ہو جائے اس کا دنیا میں کوئی مددگار نہیں بن سکتا۔

ایک اور علامت یہ بیان فرمائی اَمۡ لَهُمۡ نَصِیۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ فَاِذًا لَّا یُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِیۡرًا حال ان کا یہ ہے کہ اگر ان کو کچھ مل جائے خدا کی طرف سے تو لوگوں کو دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے، اگر حکومت پر قابض ہو جائیں تو چمٹ کر بیٹھ جاتے ہیں کہ ہم نے اس میں سے کسی کو حصہ نہیں دینا نَصِیۡبٌ مِّنَ الۡمُلۡكِ جب خدا کی طرف سے ان کا حکومت نصیب ہوتی ہے تو چاہتے ہیں ایک ذرہ بھی اس کا کسی اور کو نہ دیا جائے، ساری کی ساری حکومت پر ہم قابض ہو کر بیٹھ جائیں

اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جائیدادیں تقسیم کرنے پر تو بے شک حسد کریں کچھ نہ کچھ سمجھ آنے والی بات ہے۔ فرمایا: اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰی مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ کیا یہ بیوقوف لوگ اس فضل پر بھی حسد کرنے لگ گئے ہیں جو خدا عطا فرماتا ہے اپنے بندوں کو۔ اگر یہ بات ہے تو سن لیں فَقَدۡ اٰتَیۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِیۡمَ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَیۡنٰهُمۡ مُّلۡكًا عَظِیۡمًا کہ اس سے پہلے ہم آل ابراہیم کو کتاب بھی دے چکے ہیں اور حکمت دے چکے ہیں اور ملک عظیم بھی عطا فرما چکے ہیں پس خدا کے فضلوں کو کوئی چھین نہیں سکتا جب وہ دینا چاہے۔

یہاں ایک نہایت ہی لطیف نکتہ قرآن کریم نے بیان فرمایا کہ ابراہیم کو کتاب کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ آل ابراہیم پر نعمتوں کا ذکر فرمایا اور درود شریف کی طرف توجہ مبذول فرمادی **کما صلیت علی ابراھیم و علیٰ آل ابراھیم** مراد یہ تھی کہ آل محمدؐ سے حسد کرنے والے بھی ہوں گے۔ آنحضرت ﷺ کے فیض کے نتیجہ میں جن پر خدا فضل فرمائے گا ان پر حسد کرنے والے ہوں گے۔ فرمایا کہ پہلے ابراہیم کی آل سے تو کچھ چھین نہیں سکے جب ہم نے اس کو عطا کرنا چاہا تھا تو محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل سے کیسے چھین لو گے جب خدا عطا کرنا چاہے گا۔ جو سچے آل محمد ہوں گے انہی پر خدا فضل نازل فرمائے گا جو نبوت کے فضل ہیں اور وہ سارے فضل عطا فرمائے گا جو اس سے پہلے ابراہیم کی آل پر فرما چکا

ہے۔تم کوتاہ دست ہو۔تم ابراھیم کی آل سے تو وہ فضل چھین نہیں سکے جل کر خاک ہو گئے مگر کچھ بگاڑ نہیں سکے۔اب تم یہ دعویٰ لے کر اٹھے ہو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی آل سے خدا کے فضلوں کو چھین لو گے۔اللہ ان فضلوں کو دینے والا ہے۔اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہ ہے حسد کی انتہائی مار دنیا کی معمولی سے معمولی مراتب سے شروع ہوتا ہے، اموال کی تقسیم سے شروع ہوتا ہے، دنیا کی ادنیٰ فضیلتوں کے نتیجہ میں یہ بعض دلوں میں جنم لیتا اور گس گھولنے لگتا ہے لیکن ایسی بیماری ہے جو بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ پھر آخر لوگوں کے دین پر حملہ آور ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر بھی لوگ حسد کرنے لگ جاتے ہیں اور نبوت کا انکار اس حسد کے نتیجہ میں ہوتا ہے کیسے کیسے باریک مسائل قرآن کریم کی چند آیات ہم پر کھول دیتی ہیں اور اس فصاحت و بلاغت کے ساتھ مضمون کو بیان کرتی ہیں کہ کوئی پہلو باقی نہیں رہنے دیتیں لیکن بدقسمتی ہے کہ اس کے باوجود نقصان اٹھانے والے نقصان اٹھاتے چلے جاتے ہیں۔

پھر ارتداد کی جو تحریک ہے کہ زبردستی مرتد بنایا جائے تلوار کے زور سے اس کی وجہ بھی قرآن کریم حسد ہی بیان فرماتا ہے فرماتا ہے۔نہ صرف یہ کہ انکار کرتے ہیں بلکہ تمہارے ایمان پر حملہ کریں گے اور تمہیں زبردستی واپس اپنے میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے کیونکہ یہ بڑھتے ہوئے اور پھولتے ہوئے اور پھلتے ہوئے تمہیں نہیں دیکھ سکتے۔فرمایا :

وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا

کہ بہت ہیں اہل کتاب میں سے جو چاہتے ہیں۔ودّ ایسی خواہش کو کہتے ہیں جو محبت میں تبدیل ہوگئی ہو حد سے زیادہ خواہش غیر معمولی خواہش وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل کتاب میں سے ایک بڑا طبقہ ہے جو شدید خواہش اس بات کی رکھتا ہے لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا کہ تمہیں تمہارے ایمان لانے کے بعد پھر کفار میں تبدیل کر دیں، انکار کرنے والوں میں داخل کر دیں۔حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ (البقرہ:۱۱۰) اس کی وجہ کیا ہے حسد ہے۔اب اس جگہ حسد کی طرف اشارہ فرما کر ایک نہایت ہی لطیف نکتہ بیان فرما دیا۔تبلیغ تو مومن بھی کرتا ہے اور منافق بھی کرتا ہے اور فاسق بھی کرتا ہے یعنی اپنے اپنے پیغام کی

طرف بلاتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ جب مومن کسی کو بلاتا ہے خدا کی طرف یا اس دین کی طرف جسے وہ سچا سمجھتا ہے تو کسی حسد کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اس شخص سے پیار اور محبت کے نتیجہ میں جس کو بلا رہا ہوتا ہے۔ رحمة للعالمین ہونے کے نتیجہ میں دنیا کو بلاتا ہے نہ کہ زحمة للعالمین ہونے کے نتیجہ میں۔ چنانچہ بظاہر دعویٰ ایک ہی ہے، بظاہر ایک ہی نام پر ایک پیغام کی طرف بلایا جارہا ہے لیکن چونکہ بنیادی طور پر دل میں بلانے کی تحریک کرنے والی طاقت بدل چکی ہے۔ اس لئے ایک بلانا لعنت بن جاتا ہے اور ایک بلانا رحمت بن جاتا ہے۔ ویسے تو آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے غلام بھی ان لوگوں کو جو دین اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں واپس اسلام کی طرف بلاتے ہیں پھر فرق کیا ہوا؟ فرق یہ ہوا کہ وہ ان سے پیار اور محبت کے نتیجہ میں ان کے بچانے کی خاطر بلاتے ہیں اور بعض لوگ اس لئے بلاتے ہیں کہ یہ طاقتور ہو رہے ہیں، یہ بڑھ رہے ہیں اور پھیل رہے ہیں اور قوی تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔

حَسَدًا کا مضمون یہ بھی بتا رہا ہے کہ جن لوگوں سے حسد کیا جارہا ہے وہ ویسے تعداد میں تھوڑے تھے اگر اتنے ہی رہتے ہیں تو کوئی فرق نہیں پڑنا تھا ان کو۔ اگر وہ تبلیغ چھوڑ دیں اور پھیلنا چھوڑ دیں لوگوں کو پیغام پہنچانا چھوڑ دیں تو ان کے خلاف ارتداد کی تحریک بھی خود بخود مر جائے گی کیونکہ ان سے محبت کوئی نہیں ان کو۔ اگر ان کو اتنا پتہ لگ جائے کہ جس مقام تک پہنچ گئے ہیں اسی پر ٹھہرے رہیں گے اور جس طرح (Stagnant Water) کھڑا ہوا پانی آہستہ آہستہ گندا ہو کر فاسد پانی، گندا پانی ہو جاتا ہے اسی طرح ان کی تحریک خود بخود اپنی موت مر جائے گی تو ان کو تم سے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ہرگز وہ پھر اپنی طرف تمہیں بلائیں گے ہی نہیں، انھیں ضرورت ہی کوئی نہیں تمہیں اپنی طرف بلانے کی لیکن جب یہ دیکھتے ہیں کہ تم پھیل رہے ہو، تم رسوخ بڑھا رہے ہو، تم زیادہ طاقتور ہوتے چلے جارہے ہو تو چونکہ تم سے انہیں محبت نہیں ہے بلکہ دشمنی ہے اس لیے حسد کے نتیجہ میں ان کی ارتداد کی تحریکیں جنم لیتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہیں زبردستی اپنے اندر واپس لے کر آئیں گے۔ تو کتنا نمایاں فرق ہو گیا ہے ایک تبلیغ کا دوسری تبلیغ سے کیونکہ محرکات بدل گئے ہیں۔ اب عجیب بات ہے بعینہ اسی آیت کی تفسیر میں یوں معلوم ہوتا ہے جس طرح کوئی اس زمانے کے حالات کو سامنے رکھ کر یہ بات بیان کر رہا ہے اور یقیناً خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو زمانے کے حالات کو سامنے رکھ کر یہ بیان فرما رہا تھا۔ جس طرح ان امور کا اطلاق اولین دور پر ہوا اسی طرح آخرین کے دور پر بھی ہو رہا ہے۔

کھلم کھلا مطالبے یہ کئے جا رہے ہیں کہ تم پھیلنا بند کر دو ہم تمہیں زبردستی واپس لانا بند کر دیں گے۔ یعنی تم اتنے ہی رہو چاہے جہنم میں جاؤ، ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ چاہے ہلاک ہو جاؤ ہمیں ذرا کوڑی کی بھی فکر نہیں ہوگی۔ لیکن اگر پھیلو گے تو پھر ہم تمہیں سزا دیں گے، پھر تمہیں زبردستی چھین کر اپنی طرف واپس لے کر آئیں گے۔ تو ان کی تبلیغ کا محرک حسد ہے۔

فرمایا اس کا جواب کیا ہے:

فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ:۱۱۰)

کہ اے مومنوں جن کو حسد کی بنا پر ان کی نشو و نما کو دیکھ کر جلتے ہوئے لوگ زبردستی تلوار کے زور پر ظلم و تعدی کے ذریعہ واپس اپنے دین میں کھینچ کے لانے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے میرا پیغام یہ ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا ان سے اعراض کرو اور درگزر سے کام لو، ان کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہ کرو یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر فرما دے۔ اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ حقیقت میں غلبہ دینا خدا تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ ایسے کمزور لوگ جن کو ہر کس و ناکس اٹھ کر مٹا دینے کے دعویٰ کرنے شروع کر دیتا ہے، ایسے کمزور لوگوں کا آج یہ دعویٰ کہ ہم غالب آ جائیں گے محض ایک احمق کی خواب قرار دیا جا سکتا ہے اس سے زیادہ اس کو نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن اگر اللہ ان کے ساتھ ہو، اگر تائید سماوی ان کو حاصل ہو، اگر خدا کی پشت پناہی انھیں نصیب ہو تو پھر بات بالکل بدل جاتی ہے پھر ان کو خدا بیچ میں سے ہٹا دیتا ہے فرماتا ہے حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ تم ہٹ جاؤ بیچ میں سے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ اچھا پھر تم راہ سے ہٹ جاؤ، تم اس سے درگزر کرو اور ایک طرف ہو جاؤ اور انتظار کرو کہ خدا اپنے فیصلے کو صادر فرمائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تم کسی چیز پر قادر نہیں ہو مگر خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ
تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۲﴾
بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠
وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (البقرہ: ۱۱۱-۱۱۳)

ان آیات کا مضمون یہ ہے کہ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تم عبادتیں قائم کرو خدا تعالیٰ کے لئے نماز کو قائم کرو اور خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور جو کچھ بھی تم اپنی طرف سے اموال کی قربانی کے طور پر خدا کے حضور پیش کرو گے مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ یقیناً اس کو اللہ کے حضور موجود پاؤ گے۔ مراد ہے اس کے اجر کو، خدا اسکے اجر کو ضائع نہیں کرے گا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بہت دیکھ رہا ہے اور جہاں تک ان کا یہ دعویٰ ہے کہ جو ہمارے دین سے الگ ہیں ہمارے خیال کے مطابق دوسرے ادیان سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، ان کو خدا تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ فرمایا تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یہ ان کی خواہشات ہیں۔ یہ فیصلہ کہ کون جنت کے قابل ہے کون جہنم کے قابل ہے۔ یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے اور اس پر بندوں کی خواہشات اثر انداز نہیں ہو سکتیں۔ جہاں تک خدا کے فیصلہ کرنے کا طریق ہے وہ ایک ہی ہے بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ خبردار جو شخص خدا کے لئے اپنے وجود کو سپرد کردے خدا کے حضور وَهُوَ مُحْسِنٌ اور ہر کام میں تحسین کرنے والا ہو، اپنے ہر عمل کو حسن بخشنے والا ہو فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اس کا اجر یقیناً اس کے رب کے حضور ہے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ نہ ان کے لئے کوئی خوف کی جگہ ہے نہ کوئی غم کا مقام ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے حالات کو اس تفصیل سے قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ اس کے بعد سچے اور جھوٹے کی پہچان میں ایک ادنیٰ سے تدبر کے نتیجہ میں بھی فرق واضح ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کسی میں معمولی سی بھی عقل ہو اور قرآن کریم کی ان آیات کو غور سے اور تفصیل سے بڑھے تو اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہتی اشتباہ کی کہ میں نہیں جانتا کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں کیونکہ اتنے تفصیلی فرق ہیں کہ ساری کی ساری علامتیں بعض لوگوں میں پائی جائیں گی اور بعض لوگوں میں ان علامتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جائے گی اس کے برعکس علامتیں پائی جائیں گی۔ دن اور رات کی

طرح یہ آیات فرق نمایاں کر دیتی ہیں مگر دونوں جگہ بنیادی طور پر جس خوفناک مہلک بیماری سے متنبہ کیا گیا ہے وہ حسد تھی۔ حسد نبوت کے انکار پر منتج ہوتا ہے اور حسد کے نتیجہ میں نبوت کے مقاصد میں دخل اندازی کی جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کے کاموں کو روکنے کی کوشش کی جاتی ہے اور حسد ہی کے نتیجہ میں دہریت کی بہت ہی خوفناک عالمگیر مہلک تحریکات چلتی ہیں اور حسد ہی کے نتیجہ میں انسان کا اقتصادی نظام بھی ختم ہو جاتا ہے اور اس کا معاشی نظام بھی تباہ ہو جاتا ہے، اس کی گھریلو زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ تو ایک ایسی بیماری ہے جو بہت ہی وسیع الاثر ہے ورنہ قرآن کریم آخری بات جاتے جاتے یہ نہ کہتا کہ حسد کے خلاف ہم تمہیں متنبہ کر رہے ہیں۔ یہ اللہ سے دعا مانگو کہ وہ ہمیں حاسد سے بچائے۔ اہم باتیں انسان جس طرح دنیا میں جاتی دفعہ دہراتا ہے یاددہانی کراتا ہے یا سفر پہ جانے والا ہو باپ تو جاتے جاتے وہ ساری نصیحتیں دہرا نہیں سکتا، مرکزی نکتے بیان کر دیتا ہے کہ دیکھو جو میں نے تمہیں کہا تھا یہ بات خاص طور خیال رکھنا۔ تو قرآن کریم ختم کے بالکل قریب پہنچ گیا ہے، آخری چند سطریں رہ گئیں اور اس وقت آپ کو متنبہ کرتا ہے کہ ہاں یاد رکھنا، دعائیں کرنا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حاسد کے حسد سے بچائے۔ تو اگر یہ اتنی خوفناک چیز ہے اور اگر یہ ہمارے مقابل پر سب سے زیادہ ظلم پھیلانے والی چیز حسد ہے، تو کیا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم اپنے اندر اس کو ہمیشہ تلاش کرتے رہیں کہ کہیں مخفی طور پر یہ ہمارے اندر داخل نہیں ہو چکی۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا حسد مخفی رہتا ہے۔ حسد کرنے والے کو پتہ نہیں لگتا ہے کہ میں کیوں کر رہا ہوں۔ بڑی بڑی نصیحتیں کرنے والے آپ دیکھیں گے جو خالصۃً جل کر آگ بگولہ ہو کر نصیحتیں کر رہے ہوتے ہیں اور سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ بڑا نیکی کا کام کر رہے ہیں اور جو کوئی ان کو کہتا ہے کہ یہ تخریبی نصیحت ہے تو وہ اس سے لڑ پڑتے ہیں اور کہتے ہیں تم کون ہوتے ہو ہمیں تخریبی کہنے والے، تمہیں بات سننے کا حوصلہ ہی کوئی نہیں۔ ہم تو نصیحت کرتے ہیں اور تم اسے تخریبی تنقید کہہ رہے ہو حالانکہ اگر وہ دل میں ٹٹولتے تو ضرور پہچان جاتے کہ نصیحت کرنے کا آغاز جذبۂ حسد سے ہوا تھا کسی محبت کے نتیجہ میں نہیں ہوا تھا۔ بعض دفعہ جب ایسے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے **الدین النصیحة** (بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر: ۸۲) تم کون ہوتے ہو آنحضرت ﷺ کی نصیحت کے رستے میں حائل ہونے والے ہمارا کام ہے ہم نصیحت کریں گے اور کوئی ہمیں اس نصیحت سے روک

نہیں سکتا ہے۔پس حسد آپ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور نصیحت کے نام پر آگ اگلنے لگتا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ کلام الٰہی میں اور کلام محمد ﷺ میں رخنہ ڈالنے کی خدا اجازت ہی نہیں دیتا ایسا کامل کلام ہے کہ جو اپنے اندر تمام دفاعی نظام رکھتا ہے۔انگریزی میں لفظ Admonishment اگر نصیحت کا ترجمہ کیا جائے تو بالکل ایک کھوکھلا اور بے معنی ترجمہ ہے یہ کیونکہ لفظ نصیحت ایک ایسا حیرت انگیز لفظ ہے کہ اسے اختیار کرنا ہی حضرت رسول اکرم ﷺ کی صداقت اور فصاحت و بلاغت پر دلالت کرتا ہے۔نصیحت کا بنیادی معنی کسی کو پرچار کرنا نہیں ہے بلکہ نصیحت کا بنیادی معنی اپنی محبت کو خالص کرنا ہے اور اسی لئے لفظ نصیحہ مختلف شکلوں میں عربی میں پایا جاتا ہے۔خالص شہد بھی ناصح شہد کہتے ہیں اور خالص مکھن کو اور خالص گھی کو بھی ناصح گھی اور ناصح مکھن قرار دیں گے۔

قرآن کریم بھی غریب مومن جو کسی طرح قربانیوں میں حصہ نہیں لے سکتے نہ جسمانی نہ مالی ان کے متعلق فرماتا ہے اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (التوبہ:۹۱) ان پر کوئی حرف نہیں ہے ان کو کوئی فکر کی ضرورت نہیں ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نصیحت کا معاملہ کریں۔اب نصح لہ کا عام ترجمہ جو سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کو نصیحت کریں۔اب کون ہوتا ہے اللہ اور اس کا رسول کو نصیحت کرنے والا وہاں یہی معنی ہے کہ اگر وہ صرف اتنا کریں کہ خدا تعالیٰ سے اپنی محبت کو خالص کرلیں اور محمد مصطفیٰ ﷺ سے اپنی محبت کو خالص کرلیں تو اور کچھ بھی نہ کرسکیں یہی ان کی بخشش کے لئے کافی ہوجائیگا ان کو کسی فکر کی ضرورت نہیں۔نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ کا یہ مطلب ہے۔

پس نصیحت کا معنی ہے خالص محبت اور جب خالص ہو تو اس کے طبعی نتیجے کے طور پر غلط بات سے روکنے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔ہر وہ چیز جو نقصان پہنچانے والی اپنے محبوب کو دل چاہتا ہے کہ اس کو ہٹا دیں۔پس عربی میں لفظ نصیحت کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ کلام جو کسی کو اس کی خیر خواہی کی خاطر کہا جائے اور جو بنیادی طور پر شدید اور خالص محبت کے نتیجہ میں پیدا ہو۔اب ہر انسان اپنے دل میں ٹٹول کر دیکھ سکتا ہے کہ میں نے جو بات کی تھی وہ عربی کے لحاظ سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے قول کے لحاظ سے نصیحت کہلانے کی مستحق بھی ہے کہ نہیں۔اگر وہ جذبہ محبت سے مجبور ہو کر کہی گئی ہے تو لازماً وہ نصیحت ہے وہ دین ہے اس کا۔اس میں کوئی شک نہیں، اس کا حق ہے اس دین کو زندہ رکھنے کا اس کی حفاظت کرنے کا لیکن اگر اس کے پیچھے جذبہ حسد ہے کوئی دشمنی، کوئی عداوت، کوئی جلن تو اس کا نام

نصیحت رکھنا یہ ایک بیوقوفی ہے، وہ بے شک اسے نصیحت کہتا چلا جائے الدین النصیحة میں وہ نصیحت شمار نہیں ہو سکتی۔

پس جماعت احمدیہ نے چونکہ نصیحت کرنی ہے، بیرونی بھی اور اندرونی بھی اس لئے جماعت احمدیہ کو اس مضمون کو خوب سمجھنا چاہئے اگر جماعت احمدیہ کی نصیحت میں حسد شامل ہو گیا یہ ہمیشہ چھپ کر شامل ہوا کرتا ہے۔ تو جماعت کا اندرونی نظام بھی تباہ ہو جائے گا اور بیرونی تبلیغی نظام بھی تباہ ہو جائیگا۔ اسی رستہ پر جماعت چل پڑے گی جن رستوں کے چلنے والوں سے دکھ اٹھا رہی ہے جن رستے پر چلنے والوں کے غضب کا نشانہ بنی ہوئی ہے آج۔ انہی رستوں پر خود چل پڑے گی اور پتہ بھی نہیں چلے گا کہ ہم کیا کر بیٹھے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ اس لئے نہایت گہری نظر کی ضرورت ہے، نہایت فکرمندی کے ساتھ ان باتوں کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنے دلوں کو ٹٹولنا چاہئے، اپنے گھروں کی حفاظت کرنی چاہئے کہ کسی طریق سے بھی حسد ان میں داخل نہ ہو اور حسد عجیب عجیب طریقوں سے انسان میں داخل ہوتا ہے ایسے ایسے بھیس بدل کے آتا ہے کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔

بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے عام روزمرہ کی زندگی میں تو کسی خاندان کو خدا تعالیٰ نے دولت عطا فرما دی ہے تو اس کی برائیوں کی طرف تو انگلیاں اٹھنے لگ جاتی ہیں اور ان کے اگر ساتھ نظام جماعت ذرا سا بھی حسن سلوک کرے تو سب یہ کہنے لگ جائیں گے کہ دیکھا! امیر لوگ تھے اس لئے ایسا ہوا۔ کوئی جماعت کا نمائندہ کسی امیر کے گھر ٹھہر جائے اور امیر لوگوں کو بھی اپنی محبت اور اخلاص میں خواہش ہوتی ہے کہ ہم جماعت کے نمائندوں کو ٹھہرائیں۔ جو خالصۃً محبت رکھنے والے لوگ ہیں وہ پسند کرتے ہیں اس بات کو وہ چاہتے ہیں کہ ہمارے پاس آئیں لیکن تکلیف نہ اٹھائیں اور جو ہم میں سے نسبتاً متمول ہیں جو ان کے آرام کا خیال رکھ سکتے ہیں ان کے پاس ٹھہریں اور بسا اوقات مجھے بہت لمبے سفروں کا تجربہ ہے غرباء کی طرف سے یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ ہمارے گھر بھی قدم رکھیں لیکن آپ کا آرام مقدم ہے اس لئے فلاں گھر میں آپ کے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ امیر جماعت ہے وہ خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ میرے گھر ٹھہرو لیکن کہتا ہے کہ نہیں مجھے پتا ہے کہ آپ کو تکلیف پہنچے گی نسبتاً اس لئے میں چاہتا ہوں کہ فلاں جگہ ٹھہریں اور بعض لوگ جن کا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، قربانیوں میں شامل نہیں ہوتے وہ ان دوروں کے بعد چٹھیاں لکھنا

شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں جماعت کا نمائندہ فلاں گھر ٹھہرا تھا آرام سے چند دن مرغے کھا کر چلا گیا واپس اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ لوگ مخلص ہیں اور ہم لوگ غریب ہیں اس لئے ہم مخلص نہیں ہیں۔ اکثر ان الزامات میں کوئی بھی سچائی نہیں ہوتی، جو جانے والے ہیں بہت سے میں جانتا ہوں جن کے متعلق شکایت آتی ہے نہایت مخلص فدائی خود قربانی کرنے والے ان کا اگر بس چلے تو وہ غریب سے غریب آدمی کے بھی پاس جاکے ٹھہریں۔ چونکہ وہ نظام جماعت کا احترام کرنے والے ہوتے ہیں، روایات سلسلہ کو جانتے ہیں جہاں امیر جماعت نے کہہ دیا وہیں وہ ٹھہریں گے اور پھر دیکھنے والے حاسد کی آنکھ کو یہ نہیں پتا ہوتا کہ وہ دل میں یہ تمنا لے کر جاتے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے چاہے غریبانہ طور پر ہی سہی ہم ان کی مہمان نوازی کا بدلہ ضرور اتاریں۔ چنانچہ قادیان کا بھی مجھے یاد ہے، ربوہ کا بھی تجربہ ہے اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے واقفین زندگی غریب لوگ جب باہر جا کر امیروں کے گھر ٹھہرتے ہیں تو جب بھی وہ ربوہ میں قدم رکھتے ہیں تو یہ منتیں کرتے ہیں کہ ہمارے ہاں سے چائے کی ایک پیالی پی لو۔ دل میں ایک احسان کا اور قدر شناسی کا جذبہ ہوتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ اس طرح کچھ نہ کچھ ان کا احسان کا بدلہ اتارا جائے۔ وہ احسان لینے کے بھوکے نہیں ہوتے احسان سے زیر بار محسوس کرتے ہیں اپنے آپ کو۔ وہ شرمندہ ہو کر واپس آتے ہیں لیکن حاسد ان کے خلاف بھی باتیں کرتا رہتا ہے۔

خاندان کے متعلق بعض دفعہ اور طرف کے حسد ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کا مجھے تجربہ ہے مختلف قسم کے لوگوں سے تعلقات کا اور ان کے اظہار خیال کا اور یہ بات بھی ایسی ہے جو وقتاً فوقتاً دہرائی جانی چاہئے اور جماعت کا اصل آداب سے اور سچائی سے بار بار مطلع رکھنا چاہئے ورنہ حسد یہاں بھی داخل ہو جاتا ہے اور کئی قسم کی خرابیاں پیدا کر دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان سے جماعت کی بھاری اکثریت محض اس لئے محبت رکھتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان کا تعلق ہے اور یہ طبعی محبت ایسی گہری ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خاندان کو بنے ہوئے جو بیٹی کی طرف سے تھا چودہ سو سال ہو گئے ہیں لیکن آج تک امت مسلمہ سے اس خاندان کی محبت اور عزت دل سے نہیں نکلی۔ ایک طبعی چیز ہے لیکن اگر اس محبت کو بے روک ٹوک آگے بڑھنے دیا جائے تو اس کے نتیجہ میں بھی نقصان پہنچ جاتا ہے

اور بعض دفعہ شدید نقصان پہنچتا ہے۔ اگر اس محبت سے جل کر نصیحت کے نام پر طعن کئے جائیں تو اس سے بھی انسان کو بہت شدید نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے مومن کا کام ہے کہ بیدار مغزی سے اپنے سارے جذبات کا تجزیہ کرتے ہوئے چلے اور اس زندگی میں محسوس کرے کہ میں یہاں بھی پل صراط سے گزر رہا ہوں بہت باریک فیصلے ہوتے ہیں جو روزمرہ زندگی میں مجھے کرنے پڑتے ہیں اگر ان میں غلطی کرونگا تو اس کے نتیجہ میں آخرت میں بڑے نقصان کا موجب میری یہاں کی ٹھوکر بن سکتی ہے اور وہی پل صراط کی لغزش ہے جو دراصل ایک تمثیل کی شکل میں بیان فرمائی گئی ہے۔

مختلف ادوار میں ہم نے دیکھا ہے بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے محبت کرتے ہیں لیکن جاہلانہ محبت نہیں کرتے۔ اگر کوئی ان میں سے سچائی سے ہٹنے لگے، اس کے اعمال خراب ہو جائیں، لین دین میں وہ گندا ہو جائے، دین کی ذمہ داریوں میں پیچھے ہٹ جائے تو وہ اس کے نتیجہ میں اس کے لئے تکلیف تو محسوس کرتے ہیں مگر اسے عزت میں نیک خاندان کے افراد کے ساتھ ملاتے نہیں پھر لیکن ان کے دل میں ایسے ان محروموں کے لئے تکلیف ضرور ہوتی ہے جیسے اپنے بچوں کے لئے تکلیف ہوتی ہے۔ اپنے بچوں میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض سعادت مند ہیں بڑی خدمت کرتے ہیں ماں باپ کی اور بعض ظالم بن جاتے ہیں۔ کون ماں باپ ہے جو ہوش مند ہو اور دونوں سے بالکل ایک ہی طرح سلوک کرے جو خدمت کرنے والے ہیں جو سچے ہیں جو اخلاص رکھنے والے ہیں ان سے وہ پیار کرتا ہے اور جو دوسرے ہیں ان سے وہ دشمنی نہیں کرتا مگر اپنی تکریم میں فرق کر دیتا ہے۔ اس کے لئے دکھ محسوس کرتا ہے لیکن دکھ جو ہے وہ عداوت میں نہیں بدلا کرتا۔

پس قرآن کریم میں جو ایتائے ذی القربیٰ کا حکم ہے اس میں ایک یہ مضمون ہے جو بیان ہوا ہے کہ جب تم مومنوں سے سلوک کرو تو اپنے قریبیوں کے ساتھ جس طرح سلوک کرتے ہو اس پر نظر رکھو وہ سلوک تمہاری راہنمائی کرے گا کہ کون سا درست سلوک ہے کونسا غلط سلوک ہے۔

قرآن کریم فرماتا ہے آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے کہ ان سے کہہ دے کہ میں تم سے کوئی جزا نہیں چاہتا ہوں اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اقرباء کی جو تم مودت رکھتے ہو وہ تمہارے لئے رہنما اصول ہو جانا چاہئے تمہیں خدا نے یہ سب باتیں سکھا دی ہیں۔ اسی طرح کا مجھ سے اور میرے قریبیوں سے سلوک کرو یہی کافی ہے تمہارے لئے اور میں تم سے کسی جزا کی تمنا نہیں رکھتا یہ تمہارے

سمجھانے کے لئے تمہاری بہتری کے لئے بتا رہا ہوں کہ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (الشوریٰ: ۲۳) کا سلوک کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں بھی ہم نے دیکھا بکثرت وہ چھوٹے چھوٹے بچوں سے بھی پیار کرتے تھے لیکن ان کو وہ پیر نہیں بنایا کرتے تھے جو غلط کام کرتے ہیں تو ان کو نصیحت کیا کرتے تھے۔ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ غلطی کریں اور ان کو سمجھایا نہ ہو انہوں نے اور تکلیف محسوس کرتے تھے۔ لیکن طعن آمیزی نہیں کرتے تھے۔

اس سے پتہ چلا کہ ان کی نصیحت محبت کے نتیجہ میں تھی حسد کے نتیجہ میں نہیں تھی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بھی بارہا مختلف وقتوں میں خطبے میں اس مضمون پر مختلف رنگ میں روشنی ڈالی۔ بعض دفعہ جب دیکھا کہ بعض بچوں کی عادتیں بگڑ گئی ہیں لوگوں نے ان کو صاحبزادہ صاحب، صاحبزادہ صاحب کہہ کہہ کے ان کو بالکل بے وقوف بنا دیا ہے، وہ سمجھتے ہیں عزت ہمارا ذاتی حق بن گئی ہے۔ اس کے نتیجہ میں وہ دین کی ذمہ داریاں ادا نہیں کر رہے تو بڑے سخت خطبے بھی دیئے اور بڑے جلالی خطبے دیئے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے حکم دے رہے ہیں کہ ان کے بخیئے ادھیڑ کے رکھ دو ان لوگوں کے لیکن دوسری دفعہ ایسے خطبے بھی دیئے جن سے پتہ لگتا تھا کہ احترام اور محبت اور ادب یہ اپنی جگہ ایک مقام رکھتے ہیں ان چیزوں کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ایسے خطبوں کے بعد میں چونکہ خود تجربہ سے گزرا ہوں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کس قسم کے ردعمل دیکھے گئے۔ بعض لوگ ایسے تھے جو ہمیشہ جلا کرتے تھے ان کو حسد ہوتا تھا کہ ان کی عزت کیوں کی جاتی ہے انہوں نے پھر نیک اور بد کی بھی تمیز اڑا دی۔ ہر ایک کے ساتھ انہوں نے ظلم کا سلوک شروع کر دیا، طعن کا سلوک شروع کر دیا اور جب انہیں کوئی سمجھاتا تھا تو کہتے دیکھو حضرت صاحب نے خطبہ دیا ہے تم کون ہوتے ہو؟ ان کے ساتھ یہی سلوک ہونا چاہئے۔ چنانچہ حسد پھر یزیدیت کو جنم دے دیتا ہے اور کچھ لوگ ایسے تھے انہوں نے فرق کیا ہے۔ جن کے متعلق جانتے تھے کہ وہ مخلص ہیں دین سے تعلق رکھنے والے ہیں ان کو اپنی شوق نہیں ہے عزت کروانے کا ان کے ساتھ انہوں نے اسی طرح محبت کا تعلق جاری رکھا اور جن کے متعلق نشاندہی کی گئی تھی اس سے بے تعلق ہو گئے لیکن نفرت کے نتیجہ میں نہیں، اس بے تعلقی میں بھی دکھ محسوس کرنے لگ گئے۔

چنانچہ میں نے بعض خط پڑھے ہیں اتنے دردناک بعض ہمارے اپنے بھائیوں کے نام بچپن کی باتیں ہیں لیکن ایسا گہرا مجھ پر اثر چھوڑ گئیں کہ آج تک وہ اثر مٹ نہیں سکتا کہ ہمیں تم سے بہت محبت ہے لیکن تمہاری یہ جو باتیں ہیں یہ باتیں ہمارے دل میں ایک تکلیف کا تلاطم برپا کر رہی ہیں ہم چاہتے ہیں کہ تم سے پیار کریں اور محبت کریں مگر تم نہیں کرنے دیتے اور خلیفہ وقت کا ارشاد روک بن گیا ہے ہماری راہ میں۔ اس لئے نہ سمجھنا کہ ہم تم سے دور ہٹ گئے ہیں تم دور ہٹ رہے ہو، تم واپس آؤ اپنے رستوں پر جو مقام ہے اس کو حاصل کرو۔ ان خطوط نے بعض گھر کے افراد پر بہت ہی گہرا اور نیک اثر ڈالا، ان کی کیفیت ہی بالکل بدل گئی۔ چنانچہ بظاہر دونوں جگہ ادعا ایک ہی تھا کہ ہم نصیحت کر رہے ہیں لیکن ایک نصیحت بغض کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے، ایک نصیحت محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے، نصیحت وہی ہے جو دین کہلانے کی مستحق ہے جو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق دین کہلانے کی مستحق ہے جو محبت کی پیداوار ہو۔ دشمنی اور عناد کی پیداوار کبھی نصیحت نہیں کہلا سکتی اور ہر کہنے والا اگر اپنے دل کو ٹٹولے تو اسے محسوس ہو سکتا ہے معلوم ہو سکتا ہے، کہ یہ نصیحت تھی یا بغض کا اظہار تھا اور یہ بغض کا اظہار پھر کسی مقام کو بھی نہیں چھوڑتا۔ کبھی امارت کو حقوق دیئے جاتے ہیں یہ کہہ کر کہ امیر کا حق ہے اور صرف خلیفہ کا حق نہیں، کبھی اسی آواز سے خلیفہ کے حق بھی چھینے جاتے ہیں گویا کہ ایسے لوگ اپنے دل میں کس گھولتے رہتے ہیں جس کروٹ سے بھی انکے بغض کو تسکین ہو وہ اس کو دیتے چلے جاتے ہیں اور اس کا نام رکھا ہوتا ہے صداقت، اظہار صداقت، سچائی کا بیان، نصیحت۔

نصیحت ایک ایسا لفظ ہے جو سب سے زیادہ خطرناک شکل اختیار کر سکتا ہے اگر آپ اس کو پہچانتے نہ ہوں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آنحضرت ﷺ نے لفظ نصیحت استعمال کر کے اس کے حقیقی مضمون کی طرف توجہ دلا دی اور بڑی واضح پہچان ہے ہرگز دھوکہ کھانے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اگر آپ کی نصیحت جس کو ہم اردو میں نصیحت کہتے ہیں عربی نصیحت کے ساتھ ہم آہنگ ہے یعنی محبت کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہے تو مبارک ہو آپ کو کہ آپ کو جنت کی طرف لے کر جائے گی اور آپ دین میں ترقی کریں گے اور یہی نصیحت آپ کا دین بن جائے گی لیکن اگر اس کی پیدا ہونے کی جگہ، اس کا محرک بغض ہے خواہ وہ مالدار لوگوں سے ہو یا دیندار لوگوں سے ہو خواہ وہ امیر سے ہو خواہ وہ خلیفہ سے ہو، خواہ وہ کسی خاندان سے ہو اگر بغض کے نتیجے میں کوئی نصیحت پیدا ہوئی ہے تو اس کو وہ

فائدہ پہنچائے یا نہ پہنچائے نصیحت کرنے والے کے لئے جہنم کے سامان ضرور پیدا کرے گی اور یہی وہ چیز ہے بالآخر جو دنیا کی عاقبت کو خراب کر دیتی ہے۔ ایسی ہی نصیحت کے نتیجہ میں پھر وہ تحریکات چلتی ہیں جو دین کو مٹانے کے لئے اٹھتی ہیں اور اس کا نام وہ نصیحت رکھتے ہیں۔ یہی وہ جھوٹی نصیحت ہے جو ظلم اور تشدد بن کر آج آپ کی راہ میں کھڑی ہوئی ہے کہ ہم نے تمہیں حق نہیں پھیلانے دینا۔ تو آج جس نصیحت کا ظالمانہ پھل کھانے لگے ہیں غیروں کے ہاتھ اسے آپ خود اختیار کرلیں اور اپنی ہلاکت کا موجب بن جائیں یہ کون سی عقل کی بات ہے اس لئے میں حسد سے متنبہ کرتا ہوں، خبر دار کرتا ہوں۔ باریک راہیں تقویٰ کی نصیب ہی نہیں ہوسکتیں جب تک حسد کی باریک راہوں سے آپ متنبہ نہیں ہوں گے۔ حسد کی باریک راہوں سے آگاہ ہوں تو تقویٰ کی باریک راہیں آپ کو ضرور نصیب ہوں گی۔ اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو اس کا پھل آپ کو دنیا میں بھی ملے گا اور گندہ پھل ملے گا۔

میرا ایک جائزہ ہے عمومی اور اس جائزہ سے میں بڑا خوف کھاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ جو نصیحت کرتے ہیں بغض کی بناء پر ان کی اولادیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ اگر وہ نصیحت دین تھی تو کیسے ممکن ہے کہ ان کی اولادوں کا دین جاتا رہے اس نصیحت کے نتیجہ میں۔ کیسی خدا کی پکڑ ہے جو ادھار نہیں رکھتی۔ بڑے بڑے ناصح آپ اس دنیا میں دیکھیں گے جنہوں نے ساری عمر بظاہر نصیحت میں صرف کی ہے لیکن ان کی اولادیں بے دین ہوگئیں، ظالم ہوگئیں، ہاتھ سے نکل گئیں کوئی ان کو روک نہیں سکا۔ آنحضرت ﷺ ضرور سچے ہیں اور ہمیشہ سچے رہیں گے۔ آپؐ فرماتے ہیں **الدین النصیحة** تو لازماً نصیحت دین پر منتج ہونی چاہئے نہ کہ ظلم اور بے دینی پر۔ اس لئے ایسے لوگ جھوٹے ہیں جو بظاہر ناصح بن کر زندگی بسر کرتے ہیں مگر ان کی اولادیں ان کے ہاتھوں سے نکلتی چلی جاتی ہیں کیونکہ خدا کا قانون ہے کہ اولاد جانتی ہے کہ ماں باپ کے دل میں اصل کیا بات تھی۔ کسی کی محبت کے نتیجہ میں بات کر رہا تھا۔ یا کسی کے بغض کے نتیجہ میں بات کر رہا تھا بظاہر وہ جب دنیا سے باتیں کر رہا تھا تو اس کا بغض نظر نہیں آتا لیکن گھر میں بچے دیکھ رہے ہوتے ہیں، بچوں سے وہ چھپانے کی کوشش بھی زیادہ نہیں کرتا باہر نصیحت کر کے آتا ہے بڑی ملمع سازی کے ساتھ اور بڑے پیارے شریفانہ مہذب الفاظ میں لپیٹ کر اور گھر میں آکر کہتا ہے کہ دیکھو جی فلاں آدمی فلاں بنا پھرتا ہے یہ تو اس کا حال ہے بیچ میں سے جب اس کا بغض گھر میں ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے کچھ اس وجہ سے کچھ بچوں کو

خدا تعالیٰ نے بڑی فراست عطا فرمائی ہوتی ہے، وہ اپنے ماں باپ کے دل کے حال سے خوب واقف ہوتے ہیں، ان کی اولادیں ضائع ہوجاتی ہیں۔

تو ہر پہلو سے آپ دیکھیں تو حسد کا کیڑا ایک نہایت ہی خطرناک کیڑا ہے جو چھپ کے حملے کرتا ہے اور زندگی کی ہر دلچسپی پر حملہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے انسان کی زندگی کے ہر شعبے پر حملہ کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے اس برائی کی احمدیت میں سے بیخ کنی کریں اس کو پنپنے نہ دیں۔ جہاں اس کے کیڑے کو سر اٹھاتا دیکھیں وہاں اس کو دبانے کی کوشش کریں نصیحت کے ذریعہ دشمنی کے ذریعہ نہیں۔ یہ نفرت کا کیڑا محبت سے مارا جائے گا آپ کے دل سے جو سچا پیار اٹھے گا اس شخص کے لئے جس کے دل میں یہ کیڑا پنپ رہا ہے وہ اس کی شفا کا موجب بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے گا۔